Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

قانتہ رابعہ

کسے آواز دیں

روزانہ کی طرح جوں ہی کلاک نے ایک بجایا' گاڑی کا ہارن بجا' گیٹ کھلنے کی آواز آئی اور عبدالحفیظ صاحب اندر داخل ہوئے۔

"بابا آگئے.... بابا آگئے۔" مغیث' منیب سب کام چھوڑ کر ہاتھ دھونے کے لیے واش روم میں گھس گئے۔ شادی کی رات دو گھنٹے تیرہ منٹ اور سات سیکنڈ عبدالحفیظ صاحب نے بیوی کو اپنی منظم زندگی کی خصوصیات گنوائی تھیں اور اس منظم زندگی کا دارومدار (ان کے بقول) صرف اور صرف وقت کی پابندی میں تھا۔ سو وہ دن اور آج کا دن نصرت مامی گھڑی کی سوئیوں کی طرح گھومتی تھیں۔

ٹھیک ایک بجے عبدالحفیظ صاحب اسپتال سے آتے' کھانا ڈائننگ ٹیبل پر لگ چکا ہوتا تھا۔ صرف پھلکے بنانے کا کام باقی ہوتا۔ جو سربراہ کے آتے ہی توے سے اترنا شروع ہو جاتے۔ ایک بج کر دس منٹ پر کھانا لگ چکا ہوتا اور گھر کے سب افراد جمع ہوتے۔ بھوک لگی ہو یا نہ لگی ہو' گھر کے سب افراد کو کھانے کی میز پر موجود ہونا چاہیے۔ سو سب ہی حاضر ہوتے' کھانا خاموشی سے کھایا جاتا' بعد میں سویٹ ڈش کے طور پر کوئی نہ کوئی پھل پیش کیا جاتا' جسے کھانے کے دوران گپ شپ ہوتی۔ مسئلے مسائل پیش کیے جاتے اور حل ڈھونڈا جاتا جو بالعموم بیس سے بائیس منٹ کے دورانیے میں حل ہو جاتا۔

مغیث' منیب نے عبدالحفیظ صاحب کو آتے دیکھا تو فوراً" ہاتھ دھو کر کھانے کی میز پر پہنچے۔ عبدالحفیظ صاحب جونہی کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے۔ سوں سوں کر کے ناک سکیڑتے ہوئے کچھ سونگھا اور بولے۔

"لگتا ہے حافظ آباد سے آئے ہیں۔" کمرے میں موجود افراد کھلکھلا کر ہنسے۔

"واہ بابا جان' کیا کہنے آپ کی اس حس شناخت کے' آپ کو کیسے پتا چلا؟" ان کی اکلوتی بیٹی ثوبیہ بولی۔

"وہ ایسے کہ آپا آئی ہوں یا نفرہ' مجھے ان کے کپڑوں سے ہی حافظ آباد کے چاولوں کی خوشبو آجاتی ہے۔" عبدالحفیظ صاحب معصومیت سے بولے۔

دروازہ کھلا اور نفرہ اندر داخل ہوئی۔ "ماموں میاں! السلام علیکم!"

ماموں میاں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا' منہ سے وعلیکم السلام کہا اور بولے۔ "کب اور کس کے ساتھ آئی ہو۔" ان کے چہرے پر بڑی دل نواز مسکراہٹ تھی' جیسے کسی ہمدم دیرینہ سے ملاقات کے وقت....

"ابھی بیس پچیس منٹ پہلے رضی بھائی کے ساتھ.... ان کی ہاؤس جاب کل سے شروع ہے نا۔" ماموں میاں کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے نفرہ نے جواب دیا۔

"بہت اچھی بات ہے۔ اب آئی ہو تو چار چھ دن رہ کے ہی جانا۔" انہوں نے لقمہ توڑنے سے پہلے کہا۔

"نہیں' ماموں میاں' مجھے آج ہی واپس جانا ہے۔" نفرہ نے وضاحت کی۔ ماموں میاں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ جونہی کھانا ختم ہوا' ہاتھ نیپکن سے صاف کیے' انگوروں کا گچھا سامنے رکھتے ہوئے ماموں میاں نے نفرہ کو مخاطب کیا۔

"آج ہی کیوں' کوئی ایمرجنسی ہے کیا؟"

"پڑوس والے ذوالفقار صاحب کی نواسی کی شادی ہے۔" نفرہ نے فوری واپسی کی وجہ بتائی۔

"چھوڑو بھئی.... کیا رکھا ہے شادیوں میں شرکت

www.urdupalace.com

سے، ہاں ہمارا پرسوں پہاڑی علاقوں کا پروگرام ہے کاغان، ناران، ناگم جبہ کا.... ساتھ چلو، عیش کروگی۔" اب کے ممانی نصرت نے بھی لب کشائی کی۔ نفرہ اگر ان کے میاں کی چہیتی تھی تو وہ بھی برابر کی دعوے دار تھیں۔

"ممانی جان! وہاں تو گرم کپڑوں، بند جوتوں، جاگرز وغیرہ کی ضرورت ہوگی، میں تو صرف یہ سوٹ لائی ہوں جو پہن رکھا ہے۔" نفرہ نے نہ جانے کی اپنی تئیں معقول وجہ پیش کی۔

"یہ تو محض بہانہ ہے، میرا تمہارا ایک ہی سائز ہے، جوتوں کا بھی اور کپڑوں کا بھی.... ہاں نہ جانا چاہو تو الگ بات ہے۔" ماموں میاں کی اکلوتی بیٹی ثوبیہ نے ناک

www.urdupalace.com

چڑھاتے ہوئے کہا۔ ثوبیہ عمر میں تو نفرہ سے دو سال تین مہینے بڑی تھی، مگر نصرت مامی کی طرح اس کا قد بھی نسبتاً" کم تھا۔ نفرہ کے برابر.... برابر....

"نہیں ثوبیہ باجی! بہانہ نہیں اصل میں...."

کھی کھی کھی.... قل قل قل کرکے چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔ نفرہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"بری بات، میری نجورانی کو کوئی نہ تنگ کرے۔" ماموں میاں نے سب کو سرزنش کی۔

"بھئی نفرہ! بات یہ ہے کہ آج صبح ناشتا کے بعد ہم سب اپنی بحث اور ڈسکشن کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی گفتگو میں.... اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ یا "اصل" میں کا لفظ شروع ہی میں استعمال کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کہیں نہ کہیں بات چھپا رہا ہے۔"

"اوہ.... اچھا!" نفرہ کھسیانی ہنسی ہنسنے لگی، پھر بولی۔

"لیکن میری بات سو فیصد درست ہے، پھر بھی.... اصل میں سے ہی شروع ہوگی کہ پچھلی دفعہ میں دو دن کے لیے لاہور آئی اور بارہ دن کے بعد حافظ آباد پہنچی تو گھر والوں نے مجھے دیکھتے ہی پتا ہے کیا کہا۔"

اللہ جانے کہاں سے ساون بھادوں کی بارش اس کی موٹی موٹی آنکھوں سے برسنے لگی۔ ٹپ ٹپ ٹپ آنسو اس کے رخساروں پر گرے۔ اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے اس نے کہا۔ "ممانی جان! آپا اور رضی بھائی مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ "اے لڑکی! کیوں گھسی جا رہی ہو ہمارے گھر میں.... کون ہو تم؟" ابا کہنے لگے۔ "دیکھی دیکھی سی شکل ہے، شاید لاہور میں کہیں دیکھا ہو۔"

سارے پھر سے کورس کی شکل میں ہنسے۔

بات نفرہ کی سو فیصد درست تھی۔ وہ جب بھی لاہور آئی، بے چاری بری طرح سے ہی پھنسی.... کبھی ممانی جان کا اچانک پتے کا آپریشن ہوا، عالیہ کے ایف ایس سی کے پیپرز کے بعد انٹری ٹیسٹ چل رہے تھے تو تیمارداری کے لیے اسے رکنا پڑا۔ کبھی مغیث، نیب کے سالانہ امتحانات ہیں، ممانی جان کی سگی خالہ کا اچانک انتقال ہو گیا۔ اب ان دونوں کو کون قابو کر کے بٹھائے اور امتحانات کی تیاری کروائے۔ ممانی جان تو تین چار دن کے لیے رحیم یار خان روانہ ہو گئیں اور اتفاقاً" وہاں پر موجود نفرہ کو ہی رکنا پڑا۔

پچھلا داغ دار ریکارڈ اس کے سامنے تھا۔ بھلا وہ کیسے مان جاتی لاہور میں قیام بڑھانے پر.... رضی بھائی اور اپیا نے کلاس لے کر اس کے ہی کان کھینچنا تھے۔ اسے کشمکش میں دیکھ کر نصرت ممانی نے کہا۔

"تم ٹینشن نہ لو، آپا سے اور نخبیہ سے میں خود ہی بات کرلوں گی۔ کچھ نہیں کہیں گی وہ، تمہیں تو ویسے ہی پہاڑی علاقوں سے عشق ہے، اچھی بات ہے، چھٹیاں بھی ہیں، ہمارے ساتھ ہی چلو۔"

نفرہ خاموش رہی اور "خاموشی نیم رضا" کے مقولے کو سامنے رکھ کر سب نے خوشی سے نعرہ لگایا اور اسے مبارک باد دی۔

ماموں میاں ہوں یا نفرہ بھانجی، دونوں کی عادات و اطوار ایک جیسے تھے۔ دونوں کی ایک دوسرے میں جان تھی۔ ماموں نے بھی بھانجی پر محبتوں کے خزانے نچھاور کیے اور اتنے کیے کہ مغیث، نیب یہ کہتے پائے جاتے کہ "بابا جان ہم سے زیادہ ثوبیہ آپی اور نفرہ آپی سے پیار کرتے ہیں۔" نفرہ کی محبتوں کا تو انداز ہی جدا تھا۔ اس لیے گھر میں تھوڑا سا اضافی کام ہوتا، لاہور سے حافظ آباد ایک فون کال پر نفرہ دوڑی چلی آتی۔ اب تو خیر سے یہ بھی مشہور ہو چکا تھا کہ ماموں میاں کے گھر میں کسی کو چھینک بھی آجائے نفرہ دوڑی چلی جاتی ہے۔

ماموں، بھانجی میں یہ محبت شروع سے ہی تھی۔ دونوں کا ذوق ایک جیسا تھا۔ دونوں کی پسند ناپسند ایک جیسی تھی۔ صورت سے بھی ثوبیہ سے زیادہ نفرہ ان کی بیٹی لگتی۔ دونوں ادب کے رسیا تھے۔ ماموں ملازمت اور ڈاکٹری مصروفیات کی وجہ سے ادب اور ادبی شوق کو وقت نہ دے پاتے۔ ان کی ادبی مصروفیات محض اچھی ادبی کتب، ادبی جرائد و رسائل کے مطالعہ، ادیبوں کے بارے میں معلومات تک ہی محدود تھیں۔ یہ معلومات

www.urdupalace.com

اتنی اپ ٹو ڈیٹ رہتیں کہ نفرہ انہیں ادیبوں کی ڈکشنری کہتی۔ ہاں کبھی کبھار ڈائری کے صفحات پر اپنے دل کی باتیں ضرور رقم کیا کرتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں اسکول اور میڈیکل کالج کے وہ مجلّے جن میں ان کی تحریریں شائع ہوئی تھیں، ابھی تک ان کی تعلیمی اسناد کے ساتھ محفوظ تھے۔

البتہ نفرہ کا ادبی شوق مطالعے سے اوپر تھا۔ اس کی چھوٹی موٹی تحریریں، خط، تبصرے تو ہفتہ وار میگزین میں تواتر سے شایع ہوتے ہی تھے۔ انعامی مقابلہ جات میں بھی اس کی تحریروں کو اول، دوم، سوم انعام مل ہی جاتا تھا۔ نفرہ ماموں میاں کی تہ دل سے ممنون تھی۔ یہ سب ان کی توجہ اور حوصلہ افزائی کی بنا پر ہی ممکن ہوا تھا۔ مارکیٹ میں کوئی نئی کتاب چھپ کر آتی یا کہیں اشتہار پڑھتے تو کتاب چوبیس گھنٹے کے اندر ماموں میاں کے ہاتھوں میں ہوتی۔ بس.... پھر وہ کتاب ہوتی اور ماموں بھانجی کی ڈسکشن، لمبی گفتگو.... فقرے خط کشید کیے جاتے، ان کے نئے نئے معنی ڈھونڈے جاتے۔ یہ ان دونوں کے ادبی ذوق اور روحانی تسکین کے لیے بہت عمدہ ٹانک ہوتا۔ چار دن ماموں میاں کے ہاں رہ کر واپس حافظ آباد پہنچنے والی نفرہ، ہفتوں اس ملاقات اور گفتگو کے حصار میں رہتی۔

شروع شروع میں ان دونوں کی گفتگو ممانی کے کچھ پلّے نہ پڑتی۔ پھر وہ اس کی عادی ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا وہ نہ صرف ان کی لمبی لمبی ادبی گفتگو میں حصہ لیتی تھیں، بلکہ موسموں کی مناسبت سے ڈرائی فروٹ، چائے کافی، کیوبز کی شکل میں کاٹے ہوئے ٹھنڈے یخ خربوزے کے علاوہ اسی قسم کے لوازمات پیش کرتیں۔

نفرہ کی معصومیت اور سادہ حسن نے بہت جلد ان کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اب ثوبیہ کی طرح وہ اس پر بھی پورا دھیان دیتیں۔ کبھی کبابوں کا مسالا بنوا رہی ہیں، کبھی قمیص کی ترپائی سکھا رہی ہیں۔ نفرہ نے فرنچ فرائز اور فرنچ ٹوسٹ پہلی مرتبہ کھائے بھی ماموں کے گھر میں تھے اور بنائے بھی ان ہی کے گھر میں تھے۔

اب ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن تھا کہ نفرہ ماموں میاں کے ہاں آئے اور ماموں میاں اسے لیے بغیر پہاڑی علاقوں پر چلے جائیں۔ جب ماموں نے ساتھ چلنے پر بے حد اصرار کیا تو نفرہ نے ان سے سوال کیا۔

"ماموں میاں اگر میں اتفاق سے لاہور نہ آتی تو آپ کو میرے بغیر ہی جانا تھا نا؟"

ماموں میاں نے اسے دیکھا اور جواب دیا۔ "پگلی! ہم تمہیں حافظ آباد سے لے لیتے۔"

اب پگلی کے ہونٹوں پر بارہ من وزنی قفل لگ گیا، آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ ماموں میاں کی سات بھانجیاں (تین بہنوں سے) اور بھی تھیں، اب یہ نفرہ کی خوش نصیبی نہیں تو کیا تھی کہ ماموں کی شفقت اور محبت کی بلا شرکت غیرے وہ حق دار تھی۔

پہاڑی علاقوں میں گزرے سات دن اس کی زندگی کے یادگار دن تھے۔ جس پہاڑ کو دیکھا جس پتھر یا چٹان پر قدم رکھا، اس کی داستان بنا ڈالی۔ "دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو۔" پر تو دونوں ماموں، بھانجی نے پورا دن لگا دیا۔ پہاڑی علاقوں پر ہی کیا موقوف، چھانگا مانگا کے جنگلات ہوں یا میانوالی کے بنجر پہاڑ، جنوبی پنجاب کے میدان یا کراچی کا ساحل سمندر.... قدرت کا ایک ایک معجزہ جہاں اسے قدرت سے قریب کرتا، وہیں ماموں میاں کی محبت کا سمندر دل میں ٹھاٹیں مارنے لگتا۔

آٹھویں دن جب وہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے تو سارا راستہ اس نے ماموں میاں کو منانے کی کوشش کی کہ مجھے حافظ آباد ڈراپ کرتے جائیں۔ اپیا ناراض ہوں گی۔ ابا ڈانٹیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ماموں نے اسے حافظ آباد سے بائی پاس لاہور لے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسی پر کاربند رہے اور وہ منہ بسورتی واپس لاہور پہنچ گئی۔ لاہور میں خوب آرام کر کے اپنی منوں ٹنوں وزنی تھکن اتار کے وہ حافظ آباد پہنچی تو گھر سے نکلے پورے چودہ دن ہو چکے تھے۔

گھر میں پہنچ کر وہی چال بے ڈھنگی، جو پہلے تھی، چلنا

www.urdupalace.com

تھی۔ صبح سویرے اٹھنا، آٹا گوندھنا، ناشتے کے برتن دھونا، ان کے قصبہ میں گرلز کالج نہیں تھا۔ لہٰذا پرائیویٹ بی اے کے پیپرز کی تیاری۔۔۔ اخبار کا ابا کو شوق نہ تھا۔ ٹی وی پر اماں نے صرف خبروں والے چینل کی اجازت دی تھی۔ کام تو سارے دل جمعی سے ہی کرتی، مگر بولائی بولائی پھرتی۔۔۔ کانوں میں ماموں ممانی کے فقروں کی ٹیپ ہی چلتی رہتی۔ بس ان ہی چکروں اور دنیاداری کے گورکھ دھندوں میں اپیا کی اور پھر ثوبیہ کی شادی بھی ہوگئی۔ اپیا حاصل پور والوں کو پیاری ہوگئیں اور ثوبیہ آپی اپنے ماموں زاد بھائی بلال کی دلہن بن کر کینیڈا شفٹ ہوگئیں۔ اپنے والدین کے پاس تو وہ موجود تھی، اسے ماموں ممانی کی تنہائی کا دکھ کھائے جاتا۔ مغیث اور منیب بھی باپ کی طرح ایف ایس سی پری میڈیکل کے طالب علم تھے اور سننے میں یہی آیا کہ سرتوڑ کوشش کررہے ہیں میرٹ پر آنے کے لیے۔

اس کی زندگی میں پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ وہ گزشتہ سات آٹھ ماہ سے ماموں میاں سے ملنے نہ جاسکی تھی۔ بالعموم ماموں میاں ہی اسے ہفتہ دس دن کے بعد فون کرتے تو اس کا چھوٹے بچوں کی طرح جی مچلتا کہ کاش فون کے ریسیور سے نکل کے ماموں کے پاس پہنچ جاؤں۔ مگر ایسا ہونا کہاں ممکن تھا۔

ممکن تو بہت سی باتیں نہیں تھیں۔ جیسے ماموں میاں کی دلی دلی خواہش تھی کہ نفرہ کی شادی کے لیے وہ خود اچھا سا لڑکا ڈھونڈیں سبزی، پھل اور کپڑا بیچنے والوں میں واحد ادبی ذوق رکھنے والی حساس نرم و نازک سی نفرہ تنہا نہ رہ جائے۔ ماموں میاں نے کوشش بھی کی، لیکن وہی ہوا جس کا خوف نفرہ کے سینے میں پنجے گاڑے ہوئے تھا۔ نفرہ کے پڑوس میں شادی تھی۔ اپیا اور ثوبی آپی کی شادی کے بعد تنہا رہنے کی اتنی عادی ہوچکی تھی کہ ماں کے کہنے کے باوجود نہ مانی۔۔۔ ابا اور بھائی نے اسے شادی میں شرکت پر آمادہ کیا۔ بے دلی سے عام سا جوڑا پہن کر بغیر ہار سنگھار کیے وہ چلی گئی۔ دلہن کی رخصتی سے پہلے ہی وہ گھر بھی واپس آگئی۔ اسی آدھ گھنٹے کی شرکت نے اس کے مقدر کا سنجوگ حیدر آباد سے جوڑ دیا۔ باراتیوں سے ابا کے خوش گوار تعلقات پیدا ہوئے۔ ان کی خواتین کو نفرہ پسند بھی آگئی۔ اس کے چہرے پر تیزی طراری کی بجائے سادگی اور بھولپن تھا۔ انہیں ایسی ہی لڑکی درکار تھی۔

اس سے پوچھا گیا۔۔۔ رشتہ کے حق میں ہزار دلائل دیے گئے۔۔۔ لیکن دلائل نفرہ کے پاس بھی تھے۔ نہ ماننے کے ایک ہزار ایک دلائل۔۔۔ دبے دبے لفظوں میں اس نے ماں سے کہا کہ "پوچھ تو لیں جس سے میرا عمر بھر کا ناتا جوڑ رہی ہیں، وہ کیا کرتا ہے۔ کیا مشاغل ہیں۔ کیا ذوق ہے؟"، رضی بھائی ٹھٹھا مار کر ہنسے۔

"ابا نے سب معلومات لی ہیں۔ ماں، باپ کبھی کسی کا برا نہیں سوچتے" رہی بات کچھ کرنے کی، اس کی حیدر آباد لطیف آباد میں سب سے مشہور جیولری شاپ ہے۔ زرگر۔۔۔ سونا بنانے اور بیچنے والے۔۔۔ ارے سونے میں تولی جاؤ گی۔"

"بھائی! ماموں سے تو مشورہ کرلیں۔"

وہ ایک لمحہ کے لیے چپ ہوئے، پھر اچھل کر بولے۔ "ان کی ثوبیہ بھی تو کاروباری لوگوں میں گئی ہے۔"

"لیکن بھائی میرا اور ثوبی کا مزاج بہت مختلف ہے۔"

"چھوڑو، پرے ہو۔ عورتوں کے اپنے اپنے گھروں میں جاکر ایک جیسے مزاج ہوجاتے ہیں۔" اماں خدا جانے کب سے دروازے کی اوٹ سے ان کی گفتگو سن رہی تھیں۔ جھٹ سے بولیں۔

"خود ہی بتاؤ، کیا تمہارے ماموں کا ممانی سے مزاج ملتا تھا۔ ادب کی الف، ب سے واقف نہیں تھی لیکن آج اس کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب اور زبان پر ادیبوں، شاعروں کی باتیں ہوتی ہیں۔ اچھی بیویاں اپنے شوہروں کی پسند میں لاشعوری طور پر غیر محسوس طریقے سے ڈھل جاتی ہیں۔

بیٹا! بہت سلجھے، کھاتے پیتے، گھرانے کے لوگ ہیں۔ فیملی بھی بہت بڑی نہیں۔ باقی خوشیاں، ہم مزاج لوگوں کا ہی مقدر ہوتیں، تو دنیا کے سارے بے ادب

www.urdupalace.com

اتنی اپ ٹوڈیٹ رہتیں کہ نفرہ انہیں ادیبوں کی ڈکشنری کہتی۔ ہاں کبھی کبھار ڈائری کے صفحات پر اپنے دل کی باتیں ضرور رقم کیا کرتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں اسکول اور میڈیکل کالج کے وہ مجلے جن میں ان کی تحریریں شائع ہوئی تھیں، ابھی تک ان کی تعلیمی اسناد کے ساتھ محفوظ تھے۔

البتہ نفرہ کا ادبی شوق مطالعے سے اوپر تھا۔ اس کی چھوٹی موٹی تحریریں، خط، تبصرے تو ہفتہ وار میگزین میں تواتر سے شائع ہوتے ہی تھے۔ انعامی مقابلہ جات میں بھی اس کی تحریروں کو اول، دوم، سوم انعام مل ہی جاتا تھا۔ نفرہ ماموں میاں کی تہ دل سے ممنون تھی۔ یہ سب ان کی توجہ اور حوصلہ افزائی کی بنا پر ہی ممکن ہوا تھا۔ مارکیٹ میں کوئی نئی کتاب چھپ کر آتی یا کہیں اشتہار پڑھتے تو کتاب چوبیس گھنٹے کے اندر ماموں میاں کے ہاتھوں میں ہوتی۔ بس.... پھر وہ کتاب ہوتی اور ماموں بھانجی کی ڈسکشن، لمبی گفتگو.... فقرے خط کشید کیے جاتے، ان کے نئے نئے معنی ڈھونڈے جاتے۔ یہ ان دونوں کے ادبی ذوق اور روحانی تسکین کے لیے بہت عمدہ ٹانک ہوتا۔ چار دن ماموں میاں کے ہاں رہ کر واپس حافظ آباد پہنچنے والی نفرہ ہفتوں اس ملاقات اور گفتگو کے حصار میں رہتی۔

شروع شروع میں ان دونوں کی گفتگو ممانی کے کچھ پلّے نہ پڑتی۔ پھر وہ اس کی عادی ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا وہ نہ صرف ان کی لمبی لمبی ادبی گفتگو میں حصہ لیتی تھیں، بلکہ موسموں کی مناسبت سے ڈرائی فروٹ، چائے کافی، کیوبز کی شکل میں کاٹے ہوئے ٹھنڈے یخ خربوزے کے علاوہ اسی قسم کے لوازمات پیش کرتیں۔

نفرہ کی معصومیت اور سادہ حسن نے بہت جلد ان کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اب ثوبیہ کی طرح وہ اس پر بھی پورا دھیان دیتیں۔ کبھی کبابوں کا مسالا بنوا رہی ہیں، کبھی قمیص کی ترپائی سکھا رہی ہیں۔ نفرہ نے فرنچ فرائز اور فرنچ ٹوسٹ پہلی مرتبہ کھائے بھی ماموں کے گھر میں تھے اور بنائے بھی ان ہی کے گھر میں تھے۔

اب ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن تھا کہ نفرہ ماموں میاں کے ہاں آئے اور ماموں میاں اسے لیے بغیر پہاڑی علاقوں پر چلے جائیں۔ جب ماموں نے ساتھ چلنے پر بے حد اصرار کیا تو نفرہ نے ان سے سوال کیا۔

"ماموں میاں اگر میں اتفاق سے لاہور نہ آتی تو آپ کو میرے بغیر ہی جانا تھا نا؟"

ماموں میاں نے اسے دیکھا اور جواب دیا۔ "پگلی! ہم تمہیں حافظ آباد سے لے لیتے۔"

اب پگلی کے ہونٹوں پر بارہ من وزنی قفل لگ گیا، آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ ماموں میاں کی سات بھانجیاں (تین بہنوں سے) اور بھی تھیں، اب یہ نفرہ کی خوش نصیبی نہیں تو کیا تھی کہ ماموں کی شفقت اور محبت کی بلا شرکت غیرے وہ حق دار تھی۔

پہاڑی علاقوں میں گزرے سات دن اس کی زندگی کے یادگار دن تھے۔ جس پہاڑ کو دیکھا جس پتھر یا چٹان پر قدم رکھا اس کی داستان بنا ڈالی۔ "دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو۔" پر تو دونوں ماموں بھانجی نے پورا دن لگایا۔ پہاڑی علاقوں پر ہی کیا موقوف، چھانگا مانگا کے جنگلات ہوں یا میانوالی کے بنجر پہاڑ، جنوبی پنجاب کے میدان یا کراچی کا ساحل سمندر.... قدرت کا ایک ایک معجزہ جہاں اسے قدرت سے قریب کرتا، وہیں ماموں میاں کی محبت کا سمندر دل میں ٹھاٹیں مارنے لگتا۔

آٹھویں دن جب وہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے تو سارا راستہ اس نے ماموں میاں کو منانے کی کوشش کی کہ مجھے حافظ آباد ڈراپ کرتے جائیں۔ اپیا ناراض ہوں گی۔ ابا ڈانٹیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ماموں نے اسے حافظ آباد سے بائی پاس لاہور لے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسی پر کاربند رہے اور وہ منہ بسورتی واپس لاہور پہنچ گئی۔ لاہور میں خوب آرام کر کے اپنی منوں ٹنوں وزنی تھکن اتار کے وہ حافظ آباد پہنچی تو گھر سے نکلے پورے چودہ دن ہو چکے تھے۔

گھر میں پہنچ کر وہی چال بے ڈھنگی، جو پہلے تھی، چلنا

www.urdupalace.com

دکھی اور ادیب خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولتے۔"

نفرہ ویسے ہی کچھ کہنے کے قابل نہیں تھی۔ اب مزید کیا کہتی؟ کیا اپا سے ان کے رشتہ کے بارے میں رائے لی گئی تھی؟ قطعی نہیں' اس لیے اس نے بھی چپ کا تالا منہ پر لگالیا۔ اک چپ سو سکھ.....

چار چھ مہینوں بعد شادی بھی ہو گئی۔ شادی میں ماموں میاں آئے۔ نقد رقم' تحائف اور اس کی پسند کی کتابوں سے لدے پھندے..... ممانی بھی آئیں' مگر ثوبیہ ملک سے باہر اور مغیث' منیب کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ہو چکا تھا۔ وہ نہ آسکے۔

ماموں میاں کی گود میں سر رکھ کے وہ بہت روئی' مچلی۔

"ماموں میاں ادیب کے لفظوں کی قسمت تو دنیا والے سونے کے ترازو میں تول سکتے ہیں۔ ہیرے جواہرات سے زیادہ قیمتی قرار دے سکتے ہیں' لیکن کیا ایک سنار بھی ان لفظوں کی قیمت لگا سکتا ہے۔ اس کے لیے تو گاہک کا ہر لفظ سونے چاندی سے زیادہ قیمتی ہوتا ہو گا۔"

"پگلی....." ماموں میاں نے اپنے مخصوص انداز میں اس کے سر پر چپت لگائی۔

"خواہ مخواہ کی اوٹ پٹانگ باتیں مت سوچو۔ فضول خیالات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو۔ خود سوچو اگر میری شادی کے وقت تمہاری ممانی یہ ارشاد فرماتیں کہ لڑکے کے منہ سے تو پایوڈین اور ادویات کی بدبو آتی ہے۔ پھر..... اچھی اچھی باتیں سوچو' اللہ سے دعا مانگو۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔"

بات نفرہ کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی ماموں' ممانی نے بیسیوں طرح کے ٹوٹکے بتائے سسرال میں رہنے کے۔ جن میں سے کچھ اس کی سمجھ میں آئے اور کچھ اس کے سر سے گزر گئے۔ حق مہر کے آٹھ تولہ زیور اور باراتیوں کے والہانہ استقبال کے ساتھ حافظ آباد سے حیدر آباد روانہ ہو گئی۔ چلتے چلتے ماموں میاں اپنا منہ اس کے کان کے پاس کر کے بولے۔

"اور بھی سب کچھ اسی طرح اچھا اچھا ہو گا' جیسے حیدر آباد اور حافظ آباد کا آخری لفظ ایک ہی ہے۔ تسلی رکھو' تمہارا دولہا مجھے سلیم النفس انسان لگا ہے۔ اللہ بہتر کرے گا۔"

سو خدشات اور ہزاروں امید بھری آرزوؤں کے ساتھ وہ سسرال پہنچ گئی۔ کھلا گھر' سندھی لب و لہجے میں بات کرنے والے لوگ..... خوب آؤ بھگت سے اس کا استقبال ہوا۔ ولیمہ پورے ہفتے بعد تھا' تاکہ نفرہ کے میکے والے اپنا کام اور پھیلاوا سمیٹ کے تھکن اتار کے بچی کی خوشی میں شامل ہو سکیں۔

نفرہ کے دل کو یہ بات اچھی بھی لگی اور بری بھی۔ اچھی اس لیے کہ اس کے میکے والوں کا بہرحال یہ احترام کا ایک انداز تھا۔ بری اس لیے کہ اجنبی لوگوں میں ایک ہفتہ گزارنا..... اس ہفتے میں ماموں میاں اور ممانی کے بھی دو فون آئے۔ ادھر ادھر کی خوب باتیں کیں۔ ولیمہ پر آنے کی خوش خبری سنائی۔ لیکن چاہنے کے باوجود وہ ولیمہ پر نہ پہنچ سکے۔

اسٹیج پر دلہن بن کر بھی ہال میں نظر دوڑائی کہ شاید ماموں میاں نظر آجائیں۔ امی نے ان کی طبیعت کی خرابی کا بتایا۔ وہ چپ ہو گئی۔ دن گزرتے گئے۔ شروع کے ایک ڈیڑھ سال میں تو اس کے آنے بہانے سے میکے کے چکر لگتے ہی رہے۔ کبھی جہاز پر اکیلے سوار ہو جاتی اور کبھی میاں کے ساتھ مسافرت اختیار کرتی۔

ہر بندہ بشر کی طرح اس کا میاں بھی خوبیوں' خامیوں کا مجموعہ تھا۔ خوبیوں پر نظر رکھنے والا' مقولہ ماموں نے اتنا ازبر کروا دیا تھا کہ خامیوں پر بس وہ خاموش ہو جاتی۔ ناگواری کی لہر بھی ماتھے پر نمودار ہوتی' مگر رد عمل سے دور ہی رہتی۔ جب اس کی گود میں زوبیہ آئی تو آخری دفعہ میکے میں جی بھر کے پورے دو ماہ رہ کر آئی۔ ان دو مہینوں میں ہر چیز بدل گئی۔ رضی بھائی انگلینڈ چلے گئے۔ اپا تینوں بچوں میں مگن..... ماموں میاں آئے..... تحائف سے لدے پھندے..... سوٹ' جیولری' کیک' پھل' کتاب بھی تھی' جیسے آتے ہوئے خریدی گئی ہو۔ نئی نکور..... ماموں میاں اسے تھکے

www.urdupalace.com

تھکے سے لگے.... نفرہ کے دل کو کچھ ہوا؟
"ماموں میاں آپ کو کیا ہوا ہے۔"
"کچھ نہیں، ٹھیک ہوں۔" وہ مختصراً" بولے، حالانکہ نفرہ کے لیے ان کا تکیہ کلام ہی "دیگلی" تھا۔
"ماموں میاں آپ بیمار تو نہیں؟" نفرہ کو وہ بہت اداس اور تنہا دکھائی دے رہے تھے۔ گوکہ اداس اور تنہائی کی کوئی معقول وجہ تو نہیں تھی۔ ثوبیہ اپنے گھر اور بچوں میں مگن، خوش باش۔ مغیث اور منیب ڈاکٹر بن چکے تھے۔ بلکہ اسے پتا چلا تھا کہ ممانی نے ان کے لیے دو سگی بہنوں کا رشتہ بھی پسند کرلیا ہے۔ پچھلے ماہ ماموں، ممانی حج کی سعادت بھی حاصل کرچکے تھے۔ بظاہر اتنی اداسی یا کم گوئی کی وجہ تو نہیں تھی، پھر بھی اس کے دل میں عجیب سی پکڑ دھکڑ ہوئی۔
"ماموں آپ سچ سچ بتائیں، آپ کو کوئی ٹینشن تو نہیں۔"
"ہے نا جھلی.... ٹینشن کا ہے کی.... اب چل چلاؤ کا وقت ہے۔ سرمایہ بہت کم اور سفر بہت کٹھن...." ماموں میاں کی آواز بوجھل ہو گئی۔ "ایک ہی دفعہ اللہ زندگی عطا کرتا ہے، پتا نہیں میں نے اسے نعمت سمجھ کر استعمال کیا یا بے کار سمجھ کر ضائع کردیا۔ اللہ ہی جانے "کل کلاں میرے ساتھ کیا معاملہ ہو۔"
"ماموں.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ ہونق بن کر پوچھنے لگی۔
"ہاں تو دنیا کون سا دل لگانے کی جگہ ہے۔ بہت دن رہ لیے، بہت عیش کرلیے، اب اللہ آگے بھی ایسا ہی معاملہ کردے تو اس کی رحمت ہے۔ خیر تم سناؤ بچی کا نام کس نے رکھا؟" انہوں نے جھرجھری لے کر موضوع تبدیل کیا۔
"زوبیہ.... اس کے بابا نے رکھا ہے۔" وہ جوش سے بتانے لگی۔
ماموں مسکرائے.... "دیکھا! تم کتنی خوشی سے بتا رہی ہو، حالانکہ یہ نام تم نے نہیں رکھا۔ اچھا بتاؤ خوش تو ہونا؟" انہوں نے سوال کیا۔
"خوش.... اگر خوشی بغیر مانگے خوراک، لباس اور آسائشیں ملنے کا نام ہے تو میں بہت خوش، بلکہ خوش حال ہوں۔" نفرہ نے جواب دیا۔
ماموں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔
"جھلیے.... اور کیا چاہیے ہوتا ہے؟ تم ان عورتوں سے پوچھو جن کو اپنی عزت نفس کا سودا کرکے مانگنے پر بھی یہ آسائشیں نہیں ملتیں۔ تم اتنی ناشکری تو نہیں تھیں؟" پریشانی سے انہوں نے کہا۔
"ماموں میں ناشکری نہیں کررہی، ہمارے شوق اور مشاغل مختلف ہیں ان کو صرف اسپورٹس چینل پسند ہیں، ادبی کتب کیا، انہوں نے تو کبھی اخبار بھی نہیں پڑھا۔" دکھ سے نفرہ نے کہا۔
"تو کیا ہوا؟" ماموں نے فوراً" پلٹ کے کہا۔
"اگر سب میاں بیوی کے شوق ایک جیسے ہوجائیں۔ پسند ناپسند ایک جیسی ہوجائے تو دنیا جمود اور یکسانیت کا شکار ہوجائے۔ عادات میں فرق ہوتا تو ہے بس انہیں سمجھنے کے لیے کچھ وقت چاہیے ہوتا ہے، سمجھیں...." ماموں میاں نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے...." نفرہ نے آہستہ سے کہا اور ادھر ادھر کے موضوعات پر گفتگو ہونے لگی۔
اس کی زندگی کے یہ بہترین دن رات تھے۔ اس کے ماں، باپ کی وہ محبت جو دل کے کونوں کھدروں میں چھپی ہوئی تھی، نواسی کی پیدائش کے بعد ایک دم سے جاگ اٹھی۔ اسے یقین ہوگیا کہ رزق کی طرح محبتیں بھی اللہ نے مقدر میں لکھی ہوئی ہیں۔ بڑی بھاگوان تھی جس کی آمد پر اسے ہر طرف سے محبتیں مل رہی تھیں۔ حاصل پور سے آپی آئیں، رضی بھائی روزانہ اسکائپ پر موجود ہوتے۔
دو ماہ کے قیام کے بعد جب وہ حیدر آباد روانہ ہوئی تو اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی رخصتی آج ہوئی ہے۔ سارا محلہ اسے الوداع کہنے کے لیے موجود تھا۔ ابا بار بار آنکھیں پونچھ رہے تھے۔ امی بڑے حوصلہ سے تھیں، لیکن بچی کو گود میں لے کر ان کی آنکھوں کا پانی جذبات لٹاتا زوبیہ کے چہرہ پر گرنے لگا۔ گھر سے نکلتے

www.urdupalace.com

نکلتے اس نے ماموں میاں کو فون کیا۔

"نہیں بھئی کل لاہور ایئرپورٹ سے روانگی ہے' گھر راستہ میں ہے اور تم ایسے ہی گزر جاؤ گی؟"

"ماموں میاں فلائٹ میں بہت تھوڑا وقت ہے۔" وہ بولی۔

"کوئی ایسی فکر کی بات نہیں۔۔۔ تم بس شکل دکھا دو۔ بلکہ نعیم سے میری بات کرواؤ۔" نفرہ نے موبائل میاں کو پکڑا دیا۔

لاہور ایئرپورٹ سے پہلے صرف پانچ منٹ کے لیے وہ لوگ ماموں میاں کی طرف گئے۔ نفرہ کی آنکھیں چھلک رہی تھیں۔ ماموں ان دس بارہ دنوں میں بہت کمزور ہو گئے تھے۔

"ماموں آپ نے اپنا چیک اپ کروایا ہے؟" وہ تشویش سے بولی۔

"کوئی بات نہیں' چھوٹی موٹی بیماریاں تو چلتی رہتی ہیں۔ تم لوگوں نے بہت اچھا کیا جو ملنے آ گئے۔" ممانی بھی بہت ضعیف سی لگیں۔ مغیث' منیب بھی موجود تھے۔ بس لمحوں کی ملاقات تھی' لیکن ایک گھنٹے پانچ منٹ کے سفر میں وہ اپنے میاں کے کانوں میں اپنے اور ماموں کے مثالی تعلقات کا تذکرہ کرتی رہی۔

"تم اچھی ہو نا' کوئی سہیلی نہ کزن' ماموں کو دوست بنا لیا۔" میاں نے اس طویل تذکرے پر تبصرہ کیا۔

"ماموں نامہ۔۔۔" ختم ہوا تو سفر بھی اختتام کے قریب تھا۔

ماموں کی یادیں جھلمل جھلمل کرتے عکس کی طرح اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں جم چکی تھیں۔ ہاں ماموں کا اداس چہرہ اسے پریشان کرتا تو وہ کاموں میں مگن ہو جاتی۔

✡ ✡ ✡

چند ماہ کے بعد مغیث اور منیب کی شادی کا کارڈ بھی اسے مل گیا۔ دل تو چاہتا تھا پر لگا کے اڑ کے چلی جائے' مگر اس کے گھریلو حالات کی بنا پر یہ ممکن نہ تھا۔ نفرہ نے دل پسند تحائف خریدے' حیدر آبادی چوڑیوں کے سیٹ لیے اور مغیث' منیب کی سلامی کے ساتھ بھجوا دیے۔ شادی کی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال وڈیو کال کے ذریعہ EMO پر ثوبیہ نے دکھا دیا۔ شادی کے فنکشن کی تصاویر ایپا نے واٹس ایپ کے ذریعہ بھیج دیں۔ مبارک باد کے کتنے فون اس نے کیے' کبھی بارات کی روانگی کے وقت مغیث' منیب سے بات ہو رہی ہے تو کبھی نکاح کے فارم پہ سائن کرتی دلہنوں کو دیکھ کر ان کی اماں کو مبارک باد دی جا رہی ہے۔ ولیمہ کے لیے ہال میں قدم ماموں نے بعد میں رکھا پہلے اس نے مبارک باد کی کال کی۔۔۔ شریک نہ ہو سکنے کے احساس کو کم کرنے کے لیے نفرہ نے کیا کیا نہ جتن کیے۔۔۔ پھر بھی ٹھنڈی آہیں ہی اس کے ہونٹوں پر جم کے بیٹھی رہیں۔ اس کا میاں۔۔۔ نہ چاہتے ہوئے کھانے پر ہوٹل میں لے گیا۔ واپسی پر آئس کریم پارلر سے آئس کریم کھلائی۔۔۔ اس کی پسند کی شاپنگ کروائی۔ مگر اس کا احساس محرومی بڑھتا جا رہا تھا۔ اپنے آپ کو لاکھ سمجھانا چاہا' مگر سمجھ نہ سکی کہ ایسا کیوں ہے؟ آخر چچا خالد کے بیٹے کی شادی' خالہ نزہت کی دو بیٹیوں کی شادی بھی تو پچھلے مہینے ہی ہوئی ہے' وہ کون سا ان میں شریک ہو سکی تھی۔ شاید ان سے اس کا تعلق اس نوعیت کا نہیں تھا' جیسے ماموں میاں اور ان کی اولاد سے تھا۔۔۔

اس سوچ نے چند سیکنڈ کے لیے ہی اسے مطمئن کیا' پھر پہلے سے بھی بدتر صورت حال۔۔۔ میں چلی جاتی تو کتنا اچھا تھا۔۔۔ نے اسے رلا ہی دیا۔ اسے روتا دیکھ کر نعیم کو بہت تپ چڑھی۔

"اتنا کچھ تو کیا ہے' پھر بھی تم وہی ہوکے بھر رہی ہو۔ نسیم آپا بھی تو میری شادی پر کینیڈا سے نہیں پہنچ سکی تھیں۔ اپنے سسر کے انتقال پر وہ تیسرے دن پہنچ سکی تھیں۔ انہوں نے تو ایسے رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ جیسے تم کر رہی ہو؟"

میاں کی بات سن کر نفرہ چپ ہو گئی۔ کیا کیا حیلے بہانے نہ کیے' مگر دل تھا کہ دھڑ دھڑ کرتا پسلیوں سے نکلا جا رہا تھا۔

www.urdupalace.com

"اللہ خیر کرے...." وہ متوحش ہو کر بولی۔ دو تین دن اسی حالت میں گزرے.... نعیم نے ہی بالآخر اس کے سامنے تجویز رکھی "کیوں نہ ہم تمہارے ماموں کی فیملی کی دعوت کریں۔ یہاں سے کراچی لے چلیں گے۔ سمندر کا نظارہ بھی ہوگا۔ وہیں "دو دریا" پر کھانے کی دعوت بھی ہو جائے گی۔

"ارے واہ!" نفرہ خوش ہو گئی۔ "میں صبح ہی ماموں میاں کو فون کر کے دعوت دیتی ہوں اس وقت تو وہ سو چکے ہوں گے۔" اس نے کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

دونوں مطمئن ہو گئے۔ لیکن اگلی صبح بڑی ہولناک تھی۔ نفرہ کی ساس کا پاؤں واش روم سے باہر آتے ہوئے پھسل گیا تھا۔ ٹانگ دو جگہ سے فریکچر ہو چکی تھی۔ شوگر اور بلڈ پریشر دونوں اوپر سے اوپر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ بڑی خوف ناک صبح تھی۔ کھایا نہ پیا۔ ساس کی چیخنے چلانے کی آواز نے مانو ٹانگوں سے ہی جان نکال دی۔ اگلے چار پانچ دن بڑی خواری اور مشقت میں گزرے.... ایک ٹیسٹ دوسرا ٹیسٹ رہی سہی کسر ڈاکٹروں کی ہڑتال نے پوری کر دی۔ ایک اسپتال سے دوسرے اسپتال کا سفر جتنا تکلیف دہ تھا، اس سے کہیں زیادہ گھر کے حالات تھے۔ جٹھانی کا بچہ ان ہی حالات میں پیدا ہوا۔ ان کے دو بچے، نفرہ کی بیٹی، کام والی ماسی کا بغیر بتائے کام چھوڑ جانا۔

ایسے میں جب سب حوصلہ چھوڑ بیٹھے تھے، ماموں میاں کا ماضی میں دیا لیکچر یاد آ گیا، جس کا لب لباب یہ تھا کہ اللہ نے ہر غم اور پریشانی کے بعد نہیں، ساتھ آسانی رکھی ہوئی ہے اور اللہ نے ایک عسر کے ساتھ دو یسر رکھے ہوئے ہیں۔ غم اور خوشی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مگر انسان غم کو یاد رکھتا ہے، خوشی کا وقت بھلا دیتا ہے۔ غم آزمائش ہوتی ہے یا سزا.... آزمائش ہے تو خیریت کے ساتھ ٹلنے کی اور سزا ہے تو رب رحیم سے معافی مانگو۔

نفرہ کی پلکوں سے آنسو تارے موتی بن کر ٹوٹ پڑے۔

"ماموں میاں آپ کتنے اچھے ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے اندر نئی توانائی محسوس کی۔

جتنے دن نفرہ کی ساس اسپتال میں رہیں، وہ دل و جان سے ان کی خدمت میں مصروف رہی۔ میکہ سے کئی لوگوں کا خبر گیری کے لیے فون آیا، مگر اس کے پاس تفصیل سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔ اسپتال سے ساس کو چھٹی ملی۔ بخیر و عافیت پلاسٹر والی ٹانگ کے ساتھ گھر پہنچیں تو نفرہ حواسوں میں آئی۔ کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے اس نے ایسے ہی سوچا۔ بھلا کس کس کا فون آیا تھا ساس کا حال پوچھنے کے لیے.... امی، ابا، آپا، بہنوئی، رضی بھائی، خالہ.... چچا.... ماموں کا فون آیا تھا یا نہیں.... کچھ یاد نہیں آیا.... اس نے تین چار دن سے تکیے کے نیچے پڑے موبائل پر یوں ہی نظر ڈالی۔

"چالیس میسج...." اس نے واٹس ایپ کھول کر نظر ڈالی.... ایک ہی خبر.... ایک ہی اطلاع.... خبر تھی یا بجلی جو اس کے وجود کو راکھ کر گئی۔

"اناللہ وانا الیہ راجعون...." وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اسے پتا ہی نہ چلا.... ماموں میاں اور ممانی جان ٹریفک کے حادثے میں اس مکروہ دنیا سے پردہ کر چکے تھے.... اس نے دوبارہ اپنے پیاروں کے میسج پر نظر ڈالی۔ ماموں میاں اور ممانی کو تو قبر میں گئے بھی چوبیس گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔

"ماموں.... میرے پیارے ماموں.... اللہ آپ سے راضی ہو۔" آنسو تمام حد بندیاں توڑ کر اس کے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔

اسے کسی نے خبر نہ دی کہ شاک تو ہو نہیں سکتی۔ رات گئے تک رو، رو کر اس کا سر بوجھل اور دماغ سن ہو چکا تھا۔ گھر کے سب افراد کو ماموں اور ممانی کی رحلت کا علم تھا، مگر اسے لاعلم رکھا تھا۔ جب علم ہو گیا تو اس کی حالت سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔

رات بستر پر لیٹ کر آنکھ لگی ہی تھی کہ جھٹکے سے پھر کھل گئی۔ وہ ساری رات خواب میں ماموں کی انگلی

www.urdupalace.com

"اللہ خیر کرے..." وہ متوحش ہو کر بولی۔ دو تین دن اسی حالت میں گزرے... نعیم نے ہی بالآخر اس کے سامنے تجویز رکھی "کیوں نہ ہم تمہارے ماموں کی فیملی کی دعوت کریں۔ یہاں سے کراچی لے چلیں گے۔ سمندر کا نظارہ بھی ہو گا۔ وہیں "دو دریا" پر کھانے کی دعوت بھی ہو جائے گی۔

"ارے واہ!" نفرہ خوش ہو گئی۔ "میں صبح ہی ماموں میاں کو فون کر کے دعوت دیتی ہوں اس وقت تو وہ سو چکے ہوں گے۔" اس نے کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

دونوں مطمئن ہو گئے۔ لیکن اگلی صبح بڑی ہولناک تھی۔ نفرہ کی ساس کا پاؤں واش روم سے باہر آتے ہوئے پھسل گیا تھا۔ ٹانگ دو جگہ سے فریکچر ہو چکی تھی۔ شوگر اور بلڈ پریشر دونوں اوپر سے اوپر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ بڑی خوف ناک صبح تھی۔ کھایا نہ پیا۔ ساس کی چیخنے چلانے کی آواز نے مانو ٹانگوں سے ہی جان نکال دی۔ اگلے چار پانچ دن بڑی خواری اور مشقت میں گزرے... ایک ٹیسٹ دوسرا ٹیسٹ رہی سہی کسر ڈاکٹروں کی ہڑتال نے پوری کر دی۔ ایک اسپتال سے دوسرے اسپتال کا سفر جتنا تکلیف دہ تھا اس سے کہیں زیادہ گھر کے حالات تھے۔ جٹھانی کا بچہ ان ہی حالات میں پیدا ہوا۔ ان کے دو بچے، نفرہ کی بیٹی، کام والی ماسی کا بغیر بتائے کام چھوڑ جانا۔

ایسے میں جب سب حوصلہ چھوڑ بیٹھے تھے، ماموں میاں کا ماضی میں دیا لیکچر یاد آ گیا، جس کا لب لباب یہ تھا کہ اللہ نے ہر غم اور پریشانی کے بعد نہیں، ساتھ آسانی رکھی ہوئی ہے اور اللہ نے ایک عسر کے ساتھ دو یسر رکھے ہوئے ہیں۔ غم اور خوشی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مگر انسان غم کو یاد رکھتا ہے، خوشی کا وقت بھلا دیتا ہے۔ غم آزمائش ہوتی ہے یا سزا... آزمائش ہے تو خیریت کے ساتھ ٹلنے کی اور سزا ہے تو رب رحیم سے معافی مانگو۔

نفرہ کی پلکوں سے آنسو تارے موتی بن کر ٹوٹ پڑے۔

"ماموں میاں آپ کتنے اچھے ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے اندر نئی توانائی محسوس کی۔

جتنے دن نفرہ کی ساس اسپتال میں رہیں، وہ دل و جان سے ان کی خدمت میں مصروف رہی۔ میکے سے کئی لوگوں کا خبر گیری کے لیے فون آیا، مگر اس کے پاس تفصیل سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔ اسپتال سے ساس کو چھٹی ملی۔ بخیر و عافیت پلاسٹر والی ٹانگ کے ساتھ گھر پہنچیں تو نفرہ حواسوں میں آئی۔ کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے اس نے ایسے ہی سوچا۔ بھلا کس کس کا فون آیا تھا ساس کا حال پوچھنے کے لیے... امی، ابا، اپیا، بہنوئی، رضی بھائی، خالہ... چچا... ماموں کا فون آیا تھا یا نہیں... کچھ یاد نہیں آیا... اس نے تین چار دن سے تکیے کے نیچے پڑے موبائل پر یوں ہی نظر ڈالی۔

"چالیس میسج..." اس نے واٹس ایپ کھول کر نظر ڈالی... ایک ہی خبر... ایک ہی اطلاع... خبر تھی یا بجلی، جو اس کے وجود کو راکھ کر گئی۔

"اناللہ وانا الیہ راجعون..." وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اسے پتا ہی نہ چلا... ماموں میاں اور ممانی جان ٹریفک کے حادثے میں اس مکروہ دنیا سے پردہ کر چکے تھے... اس نے دوبارہ اپنے پیاروں کے میسج پر نظر ڈالی۔ ماموں میاں اور ممانی کو تو قبر میں گئے بھی چوبیس گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔

"ماموں... میرے پیارے ماموں... اللہ آپ سے راضی ہو۔" آنسو تمام حد بندیاں توڑ کر اس کے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔

اسے کسی نے خبر نہ دی کہ شامل تو ہو نہیں سکتی۔ رات گئے تک رو، رو کر اس کا سر بوجھل اور دماغ سُن ہو چکا تھا۔ گھر کے سب افراد کو ماموں اور ممانی کی رحلت کا علم تھا، مگر اسے لاعلم رکھا تھا۔ جب علم ہو گیا تو اس کی حالت سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔

رات بستر پر لیٹ کر آنکھ لگی ہی تھی کہ جھٹکے سے پھر کھل گئی۔ وہ ساری رات خواب میں ماموں کی انگلی

www.urdupalace.com

تھامے گلیوں' بازاروں میں پھرتی رہی۔ کبھی کسی ادبی جریدے کے مضامین پر تبصرہ ہو رہا ہے۔ کبھی کسی ادیب کو موضوع گفتگو بنایا ہوا ہے۔ اگلے کئی دن اسی عالم میں گزرے۔

کیا زندگی اسی کو کہتے ہیں؟ اس کی سسکی نکل جاتی۔ کام کرتے کرتے' نماز کے دوران' دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے وہ تصور میں ماموں میاں کو سامنے بٹھا کر خوب شکوہ کرتی۔

"ماموں میاں! ابھی تو میں آپ کو دعوت پر بلانے کا پروگرام بنا رہی تھی' آپ نے اور ہی پروگرام بنالیا۔"

"ماموں میاں! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ابھی تو مغیث' منیب کی دلہنوں کے ہاتھ کی مہندی کا رنگ بھی نہیں چھوٹا تھا۔"

"ماموں میاں آپ نے اچھا نہیں کیا بغیر ملاقات کے چلے گئے۔"

امی' ثوبیہ' مغیث' منیب سب سے اس نے گھنٹوں بات کی۔ ماموں کی یادوں کو تازہ کیا.... پھر وہی ہوا 'زخموں رکھرنڈ آگیا۔ جیسے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی کہ ہر مصیبت اور دکھ پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھو.... پورے قرآن میں رحمت' ہدایت اور سکینت کو اللہ نے اتنی سی بات سے مشروط کردیا ہے۔ وہ بھی یاد آنے پر انا للہ ہی پڑھ لیتی۔ جانے والے واپس تو نہیں آسکتے' لیکن ان کے لیے مغفرت کی دعا تو کی جاسکتی ہے۔ بس یہی دو ہتھیار اس کے پاس تھے جو وہ صدمہ کی کٹھن وادی سے گزر گئی اور اب اس دکھ کے سامنے اسے ساس کی ٹانگ کا فریکچر' کام والی ماسی کا بندوبست نہ ہونا' پہلوٹھی کی چھوٹی بٹی کا ساتھ۔ جٹھانی کے ہاں بچی کی ولادت جیسے کاموں کے پہاڑ ہلکے لگتے۔

ماموں میاں کے جانے کے بعد اس نے ایک کام باقاعدگی سے شروع کردیا جو پہلے وقفے سے ہوتا تھا اور وہ یہ کہ رات سونے سے پہلے روزانہ ماں کو فون کرتی اور ادھر ادھر کی باتوں میں ماں کا دل لگاتی۔ جانے والوں کی خوبیاں بیان کرتی۔ اس کے دماغ سے یہی بات چپک کے رہ گئی تھی کہ کہیں اللہ نہ کرے ماموں ممانی کی طرح امی بھی اچانک نہ رخصت ہوجائیں۔ وہ سر سے پاؤں تک کانپ جاتی۔ کل تک جو کام ازحد ضروری لگتے تھے سب غیر ضروری لگنے لگے۔ ضروری کام تو بس یہی تھا' ماں کو روزانہ فون کرنا۔ اپنی موجودگی کا احساس دلانا۔ جب دو ماہ کے بعد ساس کی ٹانگ کا پلاستر اترا تو ٹانگ میں کچھ نقص باقی تھا۔ اس کی نند نسیم باجی بھی کینیڈا سے بچوں کے ہمراہ آرہی تھیں۔ وہ حافظ آباد گئی ضرور' مگر ہوا کے جھونکے کی طرح' بس دو چار دن کے لیے.... تیسرے چوتھے دن اس کی واپسی بھی ہوگئی۔ مغیث' منیب بیویوں کے ہمراہ عمرے پر گئے ہوئے تھے۔ ثوبیہ آپی واپس کینیڈا جاچکی تھیں۔ ماموں میاں کے ہاں کس کے پاس جاتی۔ بس حسرت لے کر واپس آگئی۔

تھی اک شخص کے تصور سے
مگر اب وہ رعنائی خیال کہاں

یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ ماموں کی ساری یادیں ہی زندگی سے بھرپور اور خوش گوار تھیں۔ جب بھی ان کو تصورات کی دنیا میں یاد کرتی مسکراہٹ ہی اس کے چہرہ پر چپکی رہتی۔ کبھی کبھار ساس سے یا نعیم سے ان کی یادوں کو شیئر کرتی تو وجود ہلکا پھلکا ہوجاتا۔ ساس تو اکثر یہی کہتیں۔

"کس قدر خوش نصیب انسان ہے جو مرنے کے بعد اچھائی کے طور پر یاد رہے۔ اس کی کوئی بات یا کوئی عمل تکلیف دینے کی وجہ سے یاد نہ ہو۔"

واقعی ماموں فرشتہ تو نہیں' فرشتہ صفت تھے۔" وہ فقرہ دہراتی۔ سسرال میں نسیم باجی کے آنے سے بہت رونق ہوگئی تھی۔ وہ اپنی بٹی کا رشتہ پاکستان میں طے کرنا چاہتی تھیں۔ مصروفیات کا یہ سلسلہ اگلے چار چھ ماہ جاری رہا۔ لڑکا دیکھنے جارہے ہیں یا لڑکے والے آرہے ہیں۔ بارے خدا خدا کرکے بہاول پور میں رشتہ طے ہوا۔ سب سے زیادہ خوشی نفرو کو تھی.... میکے جانے کے لیے آسرا ہوگیا۔ ولیمہ کی تقریب کے بعد سب لوگ واپس حیدر آباد روانہ ہوئے اور وہ حافظ

www.urdupalace.com

آباد.... اس دفعہ اس نے سفر سے پہلے صدقہ دیا۔ دعا مانگی، سفر اچھا گزرے، قیام برکتوں والا رہے۔ اللہ نے صدقہ قبول کیا اور وہ سات آٹھ گھنٹوں کے سفر کے بعد ماں کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ مدتوں سے جو سناٹا اس کے اندر تھا، اب سکون میں بدل چکا تھا۔ امی اور وہ دونوں خاموش تھیں، لیکن ان کی خاموشی بھی گفتگو تھی۔

"ہفتہ دو ہفتہ جی بھر کے رہ لینا۔ یہاں کی ٹینشن نہ لینا۔ نسیم آپی اور بھابھی ہیں نا۔" نعیم نے اسے فون پر تسلی دی تھی۔ یہ دو ہفتے بہت اچھی طرح گزرے.... جی بھر کے اس نے ماں کی خدمت کی، ان کے چھوٹے چھوٹے کام کیے۔ رضی بھائی کے لیے لڑکی تلاش کی۔ ابا سے ڈھیروں ڈھیر باتیں کیں۔ محلے میں ہر گھر میں گئی۔ جو دو ایک سہیلیاں تھیں۔ سب سے ملاقات ہوئی۔ وہ اس مرتبہ کے قیام کے ہر لمحہ کو اپنی یادوں میں سرمائے کے طور پر محفوظ رکھنا چاہتی تھی اور اس میں کامیاب بھی رہی۔

واپسی سے دو چار دن پہلے بیٹھے بٹھائے اس نے ماموں میاں کے ہاں جانے کا پروگرام بنالیا۔ خیالات ہی میں اس نے پروگرام کو عملی جامہ بھی پہنالیا۔ مغیث کو اپنی آمد کی اطلاع دے کر اس نے رخت سفر باندھا۔ رضی بھائی پاکستان آئے ہوئے تھے۔ انہیں لاہور میں دو ایک دن ضروری کاموں کے لیے رکنا تھا۔ وہ بھی مغیث کو روانگی کا میسج ٹیکسٹ کر کے لاہور روانہ ہو گئی۔ ان شاء اللہ تین بجے آپ کے گیٹ پر موجود ہوں گی۔ مغیث کے پروگرام پوچھنے پر اس نے جواب بھیجا۔

سارا راستہ دونوں بہن بھائی ماضی کی شرارتوں اور یادوں کو تازہ کرتے رہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو یاد کر کر کے ہنستے رہے۔

لاہور آگیا، پتا بھی نہ چلا۔ رضی بھائی کو سوا تین بجے کسی سے ملنا تھا، کل واپسی میں لے لوں گا.... کہہ کر وہ اسے گیٹ پر ہی اتار گئے۔ نفرہ نے سوچا وہ تین بجے گیٹ پر پہنچے گی تو گیٹ کھلا ملے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔

اس نے دروازے کی گھنٹی بجائی کی۔ دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ.... پھر میسج کیا، مگر دروازہ نہ کھلا۔ اس کی خوشیوں پر اوس پڑ گئی۔ ماموں اور بچے ہمیشہ اس کے منتظر ہوتے۔ گیٹ پر ہی ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

اس نے قدرے بے زاری سے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ منیب نہ مغیث نہ ان کی بیویاں، دروازہ کھولنے والی ان کی ملازمہ تھی۔

دوسرا جھٹکا.... مرے مرے قدموں سے وہ اندر آئی اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ "اوہ.... بی بی جی.... ادھر ڈائننگ روم میں آئیں، یہ تو مغیث صاحب کا بیڈ روم ہے۔" ماسی نے اس کے بڑھتے قدموں کو روکا۔

نفرہ بے طرح شرمندہ ہوئی۔ اس کے زمانے میں تو یہ ڈرائنگ روم ہی تھا، اسے کیا خبر اب یہ بیڈ روم بن چکا ہے۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسے پانچ چھ منٹ گزر گئے۔ بندہ نہ بندے کی ذات.... وہ بے زار ہوئی۔ تیسرا صدمہ.... کیا ماموں میاں ہوتے تو اس کو مہمانوں کی طرح ڈرائنگ روم میں بٹھاتے اور بٹھانے کے بعد ملنے بھی نہ آتے۔ کافی دیر کے بعد ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ ماسی اور مغیث کی دلہن اکٹھی داخل ہوئیں۔ اسے مغیث کی دلہن کا ناک نقشہ واٹس ایپ پر تصویریں دیکھ دیکھ کر حفظ ہو چکا تھا۔ بائیں آنکھ کے نیچے بڑا سارا سیاہ تل یاد رکھنے کے لیے کافی تھا۔

"آپ دانیہ بھابھی ہیں نا۔" اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"جی.... آپ نفرہ آپی ہیں۔ مغیث آپ کا ذکر کر رہے تھے۔" جواباً اس نے بھی بتادیا۔ دو ایک سفر کے اور دو ایک زوبیہ کے متعلق سوالات کیے۔ پھر اچانک وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"معاف کیجیے، میری بھانجی کی ویڈیو کال آنے والی ہے، ضروری کام تھا مجھے اس سے۔" نفرہ تھک چکی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا وہ کہیں آرام سے لیٹ جائے۔ اچانک ہی ڈھیر ساری تھکن اس کی آنکھوں

www.urdupalace.com

میں جمع ہو گئی۔ گھر کے ہر کونے سے اسے ماموں، ممانی کی آوازیں سنائی دینے لگیں، ان کے ساتھ گزارے گئے خوش گوار لمحات ایک فلم کی طرح اس کے ذہن کی پردہ اسکرین پر نمودار ہونے لگے۔ ایک کے بعد دوسری، پھر تیسری... کئی یادیں اس کے اردگرد جمع تھیں... دروازے سے ٹرالی گھسیٹنے کی آواز آئی... ماسی چائے کے ساتھ لوازمات لیے اندر داخل ہوئی۔

کباب، دہی بڑے، بسکٹ، چائے، ماسی نے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے ایک دم ہاتھ پیچھے کیا۔ دل میں اک لہر سی اٹھی، کیا میں یہ چیزیں کھانے کے لیے آئی ہوں؟ میں جس چیز کے لیے آئی ہوں وہ کہاں سے ملے گی۔ پلیٹ میں کباب رکھ تو لیا، منہ میں بھی ڈالا، مگر حلق میں پھنس کر رہ گیا۔

"ماموں میاں..." وہ پھپک پھپک کر رو پڑی۔

ماسی واپس جا چکی تھی۔ اس نے کلاک پر نظر ڈالی۔ مغیث کی بیوی کو بھانجی سے بات کرنے کے لیے کمرے سے باہر گئے، پورے پچیس منٹ گزر چکے تھے۔ وہ بور ہو کر اٹھی۔ سوچا ہمّت کر کے خود ہی باہر چلی جائے۔ ہے تو تہذیب کے خلاف، مگر یہاں بیٹھ کر وہ کیا کرے؟" ڈرائنگ روم کا پردہ اٹھایا ہی تھا کہ اس کی سماعت پر بم گرا۔ کلسٹر بم سے بھی زیادہ خطرناک اور وزنی بم... اس کے وجود کے پرخچے ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ پورے جسم میں سوئیاں سی چبھنے لگیں۔ بڑی مشکل سے اس نے صوفے پر سے زوبیہ کو اٹھایا۔ ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالا اور ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

"یہ کیا ہوا؟" اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔

اسے کیا خبر تھی کہ تقدیر اس سے کیا مذاق کرنے والی ہے۔ اس نے قدم باہر نکالا ہی تھا کہ وانیہ کی آواز سنائی دی۔ خدا جانے وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی یا اس کے سامنے کوئی موجود تھا۔ نفرہ کو صحیح طرح سے اندازہ نہ ہو سکا اس لیے کہ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اپنی طرف سے اس نے یہ فقرہ سرگوشی کے سے انداز ہی میں کہا تھا۔ لیکن اسے فقرہ کہتے ہیں تو دنیا میں سب سے سنگین یہی فقرہ ہو سکتا تھا۔ نفرہ کے کانوں میں اس کی آواز آئی۔

"اللہ جانے مغیث کی یہ کزن فائننشلی کیسی ہیں؟ کہیں ڈیزروِنگ تو نہیں... اسی لیے بیٹھی ہوں۔"

اڑڑ... اے... دھم... ساتوں آسمان نفرہ کے سر پر آن گرے۔ گیراج تک پہنچتے پہنچتے اس کا سانس پھول گیا۔ اپنے اوپر بلکہ اپنی اس نام نہاد حساسیت پہ اسے شدید غصہ آ رہا تھا۔ کیا ضرورت تھی۔ ماموں، ممانی کے افسوس کے لیے آنے کی؟ جو مر گئے۔ اپنی اپنی قبروں میں دفن ہو گئے۔ کیا انہوں نے تعزیت کے کلمات سننے کے لیے زندہ ہو جانا تھا۔ تواتر سے اشک بہہ رہے تھے۔ جوں ہی وہ گیٹ تک پہنچی گیٹ کا آٹومیٹک لاک کھلا۔

گرے رنگ کی کرولا اندر داخل ہوئی۔ آنسوؤں کی چادر نے شیشے کے پار دیکھنے سے محروم ہی رکھا۔ وہ نظر بچا کر نکل جانا چاہتی تھی، مگر کار کا دروازہ کھلا۔ مغیث، منیب چمکتے اور چہکتے گاڑی سے باہر آئے۔ دونوں کے ہاتھ میں مشہور فوڈ چین کے شاپر تھے۔

ابن انشاء کی شخصیت اور علمی و ادبی خدمات پر
ڈاکٹر ریاض احمد ریاض کا تحریر کردہ مقالہ

ابنِ انشاء
احوال و آثار

قیمت: -/1200 روپے
ڈاک خرچ: -/50 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

www.urdupalace.com

"السلام علیکم نفرہ آپی۔" دونوں نے کورس کے انداز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام" کے الفاظ نفرہ کے حلق میں ہی پھنس گئے۔

مغیث نے چونک کر دیکھا۔ اس کی سوجی آنکھوں پر نظر پڑی۔

"اوہ۔" ایک دم اسے یاد آیا۔ بابا اور اماں کے انتقال کے بعد نفرہ آپی پہلی دفعہ آئی ہیں 'یقیناً' بابا کو یاد کر کے روتی رہی ہوں گی۔

"آپی! آپ کہاں جا رہی ہیں؟" منیب نے پوچھا۔

"کہیں نہیں۔" نفرہ کے چلتے قدم تھم گئے۔ کیا بہانہ پیش کرے۔

"آپی اندر چلیں اور یہ گڑیا سو رہی ہے۔" اس نے آگے بڑھ کے زوبیہ کو پکڑا۔ جبراً پاؤں گھسیٹتے ہوئے بددلی کے ساتھ نفرہ بھی ان کے ہمراہ چل پڑی۔

"آپی ادھر آئیں۔ ہمارے کمرے میں۔۔۔" مغیث بولا۔ "دیکھیے سارے گھر میں کتنی تبدیلی آ گئی ہے۔"

کچن کے ساتھ چھوٹا سا کمرہ جو پہلے نہیں تھا۔ کراکری کے ڈبوں سے بھرا ہوا تھا اور ذرا سی گردن گھمانے پر پورا منظر نظر آ رہا تھا۔ کتنی یادیں وابستہ تھیں کھانے کے کمرے سے، پرانی والی میز اسی کمرے میں پڑی تھی اور ساری میز مختلف طرح کی پیکنگز سے اٹی پڑی تھی۔ وہ پیارے چہرے ان کی آوازیں، پھر قوت سماعت میں اضافہ کرنے لگیں۔

"چادر اتاریے اور آرام سے ٹانگیں پسار کے لیٹ جائیے۔" منیب نے کہا۔ دونوں کے پرجوش چہروں پر وہی خلوص اور دائمی مسکراہٹ تھی جو ماموں میاں کے ہونٹوں سے چپکی رہتی تھی۔ مغیث بولا۔

"جب آپ کا میسج آیا میں میٹنگ میں تھا۔ اسے چھوڑ کر راستے سے منیب کو لیا۔ آپ کی پسند کے دہی بڑے اور چپلی کباب پیک کروائے۔ اس لیے دیر ہو گئی۔ ایمان سے آپی! آپ کے آنے کا سن کر اتنی خوشی ہوئی کہ بتا نہیں سکتا۔"

دونوں اپنی اپنی یادوں کی پٹاری کھولے بیٹھے تھے۔ وہی چودہ پندرہ سال پہلے والے معصوم بچے۔۔۔ نفرہ کو ایسے محسوس ہو رہا تھا' ماموں میاں زندہ ہو کر نئے وجود میں سامنے بیٹھے ہیں اور اس کے سر پر چپت لگا کے کہہ رہے ہیں۔

"او پگلی۔۔۔ رشتے بھی کبھی مرتے ہیں؟ رشتے تو صدا زندہ رہتے ہیں، لیکن ان کی زندگی کا دار و مدار ایک ہی چیز پر ہوتا ہے اور وہ ہے تعلق۔۔۔ جتنا تعلق ہوگا' اتنی ہی محبت بڑھے گی۔

اب تم خود بتاؤ مغیث' منیب کی بیویوں سے تمہارا تعلق کتنا رہا؟" چند لمحے قبل کا غصہ۔۔۔ شرمندگی اور ندامت میں بدل گیا۔ وہ اٹھی اور مغیث کی بیوی کو ڈھونڈا جو کچن میں بہت اہتمام سے کریلے گوشت بنا رہی تھی۔ پلاؤ دم پر تھا' جس کی خوشبو چاروں سمت پھیلی ہوئی تھی۔ کباب توے پر رکھے تھے۔ سلاد کھانے کی میز پر رکھا ہوا تھا۔

سارا منظر مکمل تھا۔ آج سے دس بارہ سال قبل یہ ہی مناظر تھے۔ جو اس کی یادوں کو تازہ رکھتے تھے۔

"بھابھی' آپ مجھے بتائیں' میں آپ کی کیا مدد کرا سکتی ہوں؟" اس نے لہجہ میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"آپ آئیں' یہی ہمارے لیے بہت بڑی بات ہے۔" سادہ 'ریا سے پاک لہجے میں مغیث کی بیوی نے جواب دیا۔ اندر کمرے میں مغیث' منیب کے چہکنے اور زوبیہ کی قلقاریوں کی آواز آ رہی تھی۔

اس کے منہ سے بے ساختہ الحمدللہ کے الفاظ نکلے۔ جیسے نفرہ چھوٹی ہو کر زوبی کے روپ میں اور ماموں میاں' مغیث' منیب کے روپ میں ہوں۔ اسے بہت اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔ جیسے انسان کے لیے آکسیجن اور زندگی کے لیے پانی ضروری ہے' اس طرح محبتوں کی آبیاری کے لیے تعلق رکھنا ضروری ہے۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com